فقہی مقالات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

جلد ۳

برآمدات کے شرعی احکام

بینک ڈپازٹس کے شرعی احکام

غیر عربی زبان میں خطبۂ جمعہ

زکوٰۃ کے جدید مسائل

تین طلاقوں کا حکم

جہاد - اقدامی یا دفاعی

مضاربہ سرٹیفکیٹس

بیع الاستجرار کا حکم

بیع بالتعاطی کا حکم

جھینگے کی شرعی حیثیت

میمن اسلامک پبلشرز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک وقت میں دی گئیں

تین طلاقوں کا حکم

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، وعلی کل من تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

دو مسئلے

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں یا ایک کلمہ میں تین طلاقیں دیدے تو اس کے بارے میں شرعاً دو مسئلے قابل غور ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اس طرح ایک مجلس یا ایک جملے میں اکٹھی تین طلاقیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا ان طلاقوں کو ایک شمار کیا جائے گا یا تین ہی شمار کیا جائے گا؟

ایک ساتھ تین طلاقیں دینا جائز ہے؟

(۱) جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک اس طرح طلاق دینا حرام اور بدعت ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت بھی یہی ہے، اور صحابہ کرام میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ فعل حرام تو نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں جمع نہ کی جائیں۔ (المہذب للشیرازی: ۲/۷۹)

امام ابوثورؒ، امام داؤدؒ کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمدؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے جس کو امام خرقیؒ نے اختیار کیا ہے۔ صحابہ کرام میں سے حضرت حسن بن علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے اور امام شعبیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (المغنی لابن قدامۃ: ۷/۱۰۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ:

﴿فلما فرغا (یعنی من اللعان) قال عویمر رضی اللّٰہ عنہ: کذبت علیھا یا رسول اللّٰہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا﴾

یعنی جب یہ دونوں میاں بیوی "لعان" سے فارغ ہوگئے تو حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر اب بھی میں اس کو اپنے پاس رکھوں تو گویا کہ میں نے اس پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو اسی وقت تین طلاقیں دیدیں۔

مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

﴿ظلمتھا ان امسکتھا ھی الطلاق، وھی الطلاق، وھی الطلاق﴾ (نیل الاوطار: ۶/۱۵۱)

یعنی اگر میں (لعان کے بعد بھی) اس کو اپنے نکاح میں رکھوں تو میں نے اس پر ظلم کیا، لہٰذا اس کو طلاق ہے، اس کو طلاق ہے، اس کو طلاق ہے۔ یہ الفاظ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی کہ تم نے ایک مجلس میں تین طلاقیں کیوں جمع کیں۔ آپ کا یہ سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا حرام نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ وغیرہ سنن نسائی کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جو محمود بن لبید سے مروی ہے کہ:

﴿اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امراتہ ثلاث تطلیقات جمیعا، فقام غضبان ثم قال: ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھرکم؟ حتی قام رجل وقال: یا رسول اللہ! الا اقتلہ؟﴾

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیدی ہیں تو آپ غصے میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا: کیا کتاب اللہ کو کھلونا بنایا جائے گا حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا یارسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟

(نسائی: ۸۲/۲)

اس روایت کی سند صحیح ہے (کمافی الجوہر النقی) ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے (کمافی نیل الاوطار) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ:

﴿رجالہ ثقات﴾ (فتح الباری: ۳۱۵/۹)

البتہ محمود بن لبید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے ان کو "رؤیت" کی وجہ سے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ امام احمدؒ نے "مسند احمد" میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں اور ان کی روایت کردہ چند احادیث بھی ذکر کی ہیں لیکن اس میں کسی لفظ سے بھی "سماع" کی صراحت معلوم نہیں ہورہی ہے۔

احقر کی رائے میں ان کی روایت کو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ "مرسل صحابی" ہے۔ اور "مرسل صحابی" کے حجت ہونے میں ہمارا اور شوافع دونوں کا اتفاق ہے۔ لہٰذا اس روایت کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

حنفیہ سعید بن منصور کی ایک روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ:

﴿عن انس رضی اللّٰہ عنہ ان عمر رضی اللّٰہ عنہ کان اذا اتی برجل طلق امراتہ ثلاثا اوجع ظھرہ﴾

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہوں تو آپؓ اس کی کمر پر کوڑے مارتے۔ (ذکرہ الحافظ فی الفتح: ۳۱۵/۹ وقال سندہ صحیح)

اس کے علاوہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں جو روایات آگے آرہی ہیں، ان میں سے بھی اکثر روایات حنفیہ کے اس مسلک کی تائید کرتی ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

جہاں تک عویمر عجلانی کے واقعہ کا تعلق ہے تو "احکام القرآن" میں امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں۔ اس لئے کہ ان کا تو یہ مسلک ہے کہ شوہر کے لعان کے فوراً بعد عورت کے لعان سے پہلے ہی میاں بیوی میں خود بخود جدائی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ عورت تو پہلے ہی بائن ہو چکی تھی اور اس پر طلاق واقع ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا جس طلاق کا حقیقت میں نہ وقوع ہوا اور نہ اس کا حکم ثابت ہوا تو ایسی طلاق پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر نکیر فرماتے؟ البتہ ایک اشکال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ حنفیہ کے مسلک پر اس روایت کا کیا جواب ہوگا؟ اس کے بارے میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہو جب عدت کی رعایت سے طلاق دینا مسنون نہ ہوئی ہو اور ایک طہر میں تین طلاقیں دینے کی ممانعت سے پہلے کا ہو۔ اس وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نکیر نہ فرمائی ہو۔ اور یہ بھی

ممکن ہے کہ چونکہ فرقت کی وجہ طلاق کے علاوہ دوسری چیز تھی یعنی لعان، تو اس وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقیں ایک ساتھ واقع کرنے پر نکیر نہ فرمائی ہو۔

(احکام القرآن للجصاص: ۱/ ۴۵۴)

کیا تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک مجلس میں یا ایک ہی کلمہ کے ذریعہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں تو کیا تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی یا نہیں؟ اس مسئلے میں تین مذہب ہیں:

پہلا مذہب ائمہ اربعہ اور جمہور علماء سلف وخلف کا ہے، وہ یہ کہ تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور ان کے ذریعہ بیوی مغلظ ہوجائے گی اور حلالہ شرعیہ کے بغیر یہ عورت شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ نیز تابعین اور بعد کے ائمہ میں سے اکثر اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔ (المغنی لابن قدامۃ: ۷/ ۱۰۲)

اس کے علاوہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن بن علی اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم سے یہی قول منقول ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ اس طرح طلاق دینے سے کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ یہ مذہب شیعہ جعفریہ کا ہے (کما جزم بہ الحلی الشیعی فی شرائع الاسلام: ۲/ ۵۷) اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حجاج بن ارطاۃ، ابن مقاتل اور محمد بن اسحاق سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

تیسرا مذہب بعض اہل ظاہر اور علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم رحمہم اللہ کا ہے، وہ یہ کہ اس صورت میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، علامہ ابن قدامۃ رحمۃ

اللہ علیہ نے حضرت عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر، ابوالشعثاء اور عمرو بن دینار رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے۔ لیکن حضرت عطاء اور حضرت طاؤس رحمہما اللہ کی طرف یہ نسبت قابل اعتبار نہیں، اس لئے کہ حضرت طاؤس کا قول حسین بن علی الکرابیسی نے "ادب القضاء" میں یہ نقل کیا ہے:

﴿اخبرنا علی بن عبد اللّٰہ (وھو ابن المدینی) عن عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس، عن طاؤس انہ قال: "من حدثک عن طاؤس انہ کان یروی طلاق الثلاث واحدۃ کذبہ﴾

یعنی حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ "طاؤس" تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں تو اسکی تکذیب کرو"۔

جہاں تک حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو علامہ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ:

﴿قلت لعطاء: اسمعت ابن عباسؓ یقول: طلاق البکر الثلاث واحدۃ، قال: لا، بلغنی ذلک عنہ﴾

یعنی میں نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "باکرہ کو دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں (سنا تو نہیں) لیکن ان کے بارے میں یہ بات مجھ تک پہنچی ہے۔

(الاشفاق علی احکام الطلاق للعلامہ الکوثری: ۳۳ مطبع مجلہ الاسلام، مصر)

اہل ظاہر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ:

﴿عن ابن عباس قال: کان الطلاق علی عہد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابی بکر و سنتین من

خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه: ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لهم فیه اناة، فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم﴾

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں نے اس کام میں جلد بازی شروع کردی جس کام میں ان کے لئے مہلت تھی، اگر ہم اس کو نافذ کردیں تو بہتر رہے گا، چنانچہ آپ نے اس کو نافذ فرمادیا (کہ تین طلاقیں تین ہی شمار کی جائیں گی) اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس بات کی تصریح فرما رہے ہیں کہ عہد رسالت میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا۔

اہل ظاہر اس کے علاوہ مسند احمد وغیرہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے۔ وہ یہ ہے:

﴿عن عکرمة مولی ابن عباس قال: طلق رکانة بن عبدیزید اخو المطلب امراته ثلاثا فی مجلس واحد، فحزن علیها حزنا شدیدا قال: فساله رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: کیف طلقتها؟ قال: طلقتها ثلاثا قال: فقال: فی مجلس واحد؟ قال: نعم، قال: فانما تلک واحدة فارجعها ان شئت، قال: فراجعها﴾

یعنی حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ "مطلب" کے بھائی "رکانہ بن عبدیزید" رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس

میں تین طلاقیں دیدیں۔ پھر اپنے اس فعل پر انتہائی غمگین اور پریشان ہوئے، راوی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس طرح طلاق دی؟ انہوں نے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ایک ہوئی۔ لہٰذا اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کرلو۔ راوی کہتے ہیں کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے رجوع کرلیا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۲/۳)

اہل ظاہر کے پاس ان مذکورہ بالا دو روایتوں کے علاوہ کوئی اور دلیل نہیں ہے۔

تین طلاقوں کے وقوع پر جمہور ائمہ کے دلائل

جمہور کے پاس بہت سی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک ہی مجلس میں دی گئیں تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

ان میں سے بعض احادیث درج ذیل ہیں:

① ﴿عن عائشة رضی اللّٰه عنها ان رجلا طلق امراته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اتحل للاول؟ قال: لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول﴾

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، دوسرے شخص نے بھی اس کو طلاق دیدی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ عورت پہلے شخص کے لئے حلال ہوگئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں: جب تک پہلے شوہر کی طرح دوسرا شوہر بھی اس کا ذائقہ نہ چکھ لے، (یعنی صحبت نہ کرلے) (صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ یہ واقعہ "امراۃ رفاعہ" کے

واقعہ کے علاوہ ہے۔ بقول حافظؒ "اس روایت کے الفاظ "فطلقها ثلاثا" سے استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اس نے تین طلاقیں ایک ساتھ دیدی تھیں۔ (فتح الباری: ۳۲۱/۹)

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے "لعان" کا واقعہ نقل کیا ہے کہ "لعان" کے بعد انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

﴿كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها، فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم﴾

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر اب بھی میں اس عورت کو اپنے گھر میں رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹا بہتان باندھا۔ یہ کہہ کر انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے ہی تین طلاقیں دیدیں۔

(صحیح بخاری حوالہ بالا)

علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر فرمائی ہو، اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں، اور لوگوں نے بھی اس سے تین طلاقوں کا وقوع سمجھا، اگر لوگوں کا سمجھنا غلط ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ان کی اصلاح فرماتے اور لوگوں کو غلط فہمی میں نہ رہنے دیتے۔ پوری امت نے اس روایت سے یہی سمجھا ہے، حتیٰ کہ علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی مطلب سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:

﴿انما طلقها وهو يقدر انها امراته ولولا وقوع الثلاث مجموعة لانكر ذلك عليه﴾

(الاشفاق علی احکام الطلاق صفحہ ۲۹)

(۳) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سنن کبریٰ میں یہ روایت لائے ہیں کہ:

﴿عن سويد بن غفلة قال: كانت عائشة الخثعمية عند الحسن بن علي رضي الله عنه، فلما قتل علي رضي الله عنه قالت: لتهنئك الخلافة. قال: بقتل علي تظهرين الشماتة، اذهبي فانت طالق يعني ثلاثا. قال: فتلفعت بثيابها وقعدت حتى قضت عدتها، فبعث اليها ببقية بقيت لها من صداقها وعشرة آلاف صدقة فلما جاءها الرسول قالت: متاع قليل من حبيب مفارق فلما بلغه قولها بكى ثم قال: لو لا اني سمعت جدي او حدثني ابي انه سمع جدي يقول: ايما رجل طلق امراته ثلاثا عند الاقراء او ثلاثا مبهمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره لراجعتها﴾

(سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الخلع والطلاق، باب ماجاء فی امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات)

حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل کردیئے گئے تو ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کو خلافت مبارک ہو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل پر خوشی کا اظہار کررہی ہو؟ جاؤ تمہیں تین طلاق۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے پردہ کرلیا اور عدت میں بیٹھ گئیں۔ جب عدت پوری ہوگئی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کا بقیہ پورا مہران کے پاس بھیج دیا اور اس کے علاوہ مزید دس ہزار درہم بھیج دیئے، جب قاصد یہ رقم لے کر ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: یہ تو بچھڑنے والے دوست کی طرف سے متاع قلیل ملا ہے۔ جب اس خاتون کا یہ قول حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ رو پڑے۔ اور فرمایا: اگر میں نے اپنے نانا جان سے یہ بات نہ سنی ہوتی۔ یا یہ

فرمایا کہ اگر میرے والد مجھ سے یہ بیان نہ کرتے کہ انہوں نے میرے نانا جان سے یہ سنا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طہروں میں تین طلاقیں دیدے، یا تین مبہم طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہتی حتیٰ کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے"۔ تو میں اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لے لیتا۔ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں اس حدیث کو لانے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

﴿اسناده صحيح بيان مشكل الاحاديث الواردة فى ان الطلاق الثلاث واحدة﴾

(الاشفاق علی احکام الطلاق صفحہ ۲۲)

علامہ ہیثمی طبرانی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ:

﴿وفى رجاله ضعف وقد وثقوا﴾

(مجمع الزوائد، باب متعۃ الطلاق: ۳۳۹/۴)

(۴) سنن نسائی کی ایک روایت پہلے صفحہ ۴ پر گزر چکی ہے جو حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی تھی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدیں، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ بہت غضبناک ہوئے۔ اس روایت کو ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے مقابلے میں پیش کیا ہے جس سے اہل ظاہر استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

﴿ويعارضه حديث محمود بن لبيد، فان فيه التصريح بان الرجل طلق ثلاثا مجموعة، ولم يرده النبى صلى الله عليه وسلم بل امضاه﴾

یعنی حضرت محمود بن لبید والی روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ والی روایت کے معارض ہے۔ اس لئے کہ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

کی دی ہوئی طلاقوں کو رد نہیں فرمایا بلکہ ان کو نافذ کردیا۔

علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید ابن عربی کی نظر میں سنن نسائی کی روایت کردہ روایت کے علاوہ کوئی دوسری روایت ہو، اس لئے کہ سنن نسائی کی روایت میں ان طلاقوں کو نافذ کرنے کی تصریح موجود نہیں، اور ابوبکر ابن العربی حافظ الحدیث اور "واسع الروایۃ جداً" ہیں۔

یا یہ ہوسکتا ہے کہ ابن العربی کا یہ خیال ہو کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان طلاقوں کو رد فرماتے تو اس کا ذکر حدیث میں ضرور موجود ہوتا۔ اور دوسری طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا غضبناک ہونا بھی خود وقوع طلاق کی ایک مستقل دلیل ہے۔ اور اس حدیث سے جو استدلال مقصود ہے اس کے لئے یہ بھی کافی ہے۔

(۵) طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دینے کا واقعہ نقل کیا ہے، اور آخر میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

﴿یا رسول اللہ الو طلقتها ثلاثا کان لی ان اراجعها؟
قال: اذا بانت منک وکانت معصیة﴾

"یا رسول اللہ! اگر میں اس کو تین طلاقیں دیدیتا تو کیا میرے لئے رجوع کا حق تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب تو وہ تم سے بائنہ ہوجاتی اور یہ گناہ بھی ہوتا"۔

علامہ ہیثمی "مجمع الزوائد" میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

﴿رواہ الطبرانی وفیہ علی بن سعید الرازی، قال الدار قطنی لیس بذاک وعظمہ غیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات﴾

علامہ طبرانی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، اور اس کے ایک راوی "علی بن سعید الرازی" ہیں۔ جن کے بارے میں "دار قطنی" فرماتے ہیں کہ "لیس بذاک"

البتہ دوسرے حضرات نے ان کی تعظیم اور توقیر کی ہے۔ اور ان کے علاوہ باقی رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۳۳۶/۴)

احقر عرض کرتا ہے کہ "میزان الاعتدال" میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "علی بن سعید الرازی" کے حالات ان الفاظ سے بیان کئے ہیں:

﴿حافظ رحال جوال. قال الدار قطني: ليس بذاك. تفرد باشياء، قلت: سمع جبارة بن المغلس وعبدالاعلى بن حماد، روى عنه الطبراني والحسن بن رشيق والناس قال ابن يونس: كان يفهم ويحفظ﴾

یعنی علی بن سعید الرازی حافظ الحدیث اور بہت سفر کرنے والے تھے۔ امام دار قطنی نے ان کے بارے میں "لیس بذاک" جو کہا ہے، یہ ان کے تفردات میں سے ایک ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے "جبارۃ بن المغلس اور عبدالاعلی بن حماد" سے احادیث لی ہیں۔ اور علامہ طبرانی اور حسن بن رشیق اور بہت سے لوگوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ ابن یونس ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سمجھتے اور اس کو یاد کرلیا کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال: ۱۳۱/۳ ترجمہ نمبر ۵۸۵۰)

اس سے ظاہر ہوا کہ "دار قطنی" کے علاوہ کسی اور نے ان کے بارے میں کلام نہیں کیا، اور دار قطنی نے بھی نرم الفاظ میں کلام کیا ہے۔ اور حافظ ذھبیؒ ان کے اس کلام پر راضی نہیں ہیں۔ اور اسرائیل بن یونسؒ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور حافظ ذھبیؒ نے ان کو "حافظ" کہا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کی روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو پیچھے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۳۵۴۳ حضرت نافع کے طریق سے گزر چکی ہے کہ:

﴿فكان ابن عمر اذا سئل عن الرجل يطلق امراته وهى حائض يقول واما انت طلقتها ثلاثا فقد عصيت ربك﴾

فيما امرك به من طلاق امراتك وبانت منك﴾

یعنی جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جاتا جس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی تو آپ فرماتے: اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو تم نے اپنے رب کے اس حکم کی نافرمانی کی جو حکم اس نے بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں تم کو دیا ہے، اور وہ بیوی تم سے جدا ہوگئی۔ اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

(٦) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ساتھ دی گئی تین طلاقوں کے وقوع پر حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿أنه قد ارسل اليها بثلاث تطليقات قالت: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انما النفقة والسكنى للمراة اذا كان لزوجها عليها الرجعة﴾

یعنی فاطمہ بنت قیس کے شوہر (حفص بن عمرو بن المغیرۃ رضی اللہ عنہ) نے ان کو تین طلاقیں بھیج دیں۔ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: نفقہ اور سکنیٰ اس عورت کو ملتا ہے جس کے شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہو۔ (سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ)

امام دار قطنی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

﴿طلق حفص بن عمرو بن المغيرة فاطمة بنت قيس بكلمة واحدة ثلاثا﴾

یعنی حفص بن عمرو بن مغیرہ نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیدیں۔ یہ روایت بھی اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ انہوں نے اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں، اس وجہ سے امام نسائی کا اس روایت کو دلیل میں پیش کرنا صحیح ہے۔

(دار قطنی: ۴/۱۱ و ۱۲)

لیکن صحیح مسلم میں جو روایت ہے وہ اس روایت کے معارض ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿طلقها آخر ثلاث تطليقات﴾

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

﴿طلقها طلقة كانت بقية من طلاقها﴾

ان دونوں روایتوں سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ انہوں نے اکٹھی تین طلاقیں نہیں دی تھیں۔ لہٰذا فاطمہ بنت قیس کے واقعہ سے اس مسئلہ پر استدلال کرنا دو وجہ سے درست نہیں۔ ایک یہ کہ روایت میں تعارض موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ "صحیح مسلم" والی روایت "دار قطنی" کی روایت کے مقابلے میں راجح ہے۔ واللہ اعلم۔

(٧) مصنف عبدالرزاق اور طبرانی میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

﴿طلق بعض آبائی امرأته الفا فانطلق بنوه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا: يا رسول الله: ان ابانا طلق امنا الفا، فهل له من مخرج؟ قال: ان اباكم لم يتق الله تعالى فيجعل له من امره مخرجا، بانت منه بثلاث على غير السنة وتسعمائة وسبع وتسعون اثم في عنقه﴾

یعنی میرے باپ دادوں میں سے کسی نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدیں۔ ان کے بیٹے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں، تو کیا اس کے لئے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے باپ نے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی خوف نہ کیا کہ اب اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی راستہ نکالتے، اس کی بیوی خلاف سنت دی گئی تین طلاقوں کے ذریعہ بائنہ ہوگئی، اور نو سو ستانوے

طلاقوں کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔ یہ الفاظ طبرانی کی روایت کے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۳۹۳)

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے ایک راوی "عبید اللہ بن الولید الوصافی العجلی" ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔

(مجمع الزوائد: ۴/ ۳۳۸ باب فیمن طلق اکثر من ثلاث)

میرا کہنا یہ ہے کہ "میزان الاعتدال" میں علامہ ذہبیؒ نے ان کے بارے میں امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

﴿یکتب حدیثه للمعرفة﴾ (جلد ۳ صفحہ ۱۷)

اسی وجہ سے میں نے ان کی یہ روایت مستقل طور پر ذکر نہیں کی بلکہ دوسری روایات کی تقویت کے لئے لایا ہوں۔

⑧ مصنف عبدالرزاق میں سفیان ثوری کے طریق سے زید بن وھب سے یہ روایت مروی ہے کہ:

﴿انه رفع الی عمر رجل طلق امراته الفا وقال: انما کنت العب، فعلاه عمر رضي الله عنه بالدرة وقال: انما یکفیک من ذلک ثلاثة﴾

یعنی ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا جس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی تھیں۔ اس شخص نے کہا: میں نے ویسے ہی مذاق کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دُرّے سے مارا اور فرمایا: تیرے لئے ان میں سے تین طلاقیں کافی ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۶/ ۳۹۳ حدیث ۱۱۳۴۰)

علامہ بیہقیؒ نے عن شعبة عن سلمة بن كهيل کے طریق سے یہی روایت نقل کی ہے۔ اور دونوں طریق کے راوی جماعت یعنی سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ (بیہقی: ۷/ ۳۳۴)

⑨ امام بیہقیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

﴿عن انس بن مالک يقول: قال عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه فی الرجل يطلق امراته ثلاثا قبل ان يدخل بها، قال: هی ثلاث لا تحل له حتی تنكح زوجا غيره وكان اذا اتی به اوجعه﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے، اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تین طلاقیں ہیں، یہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے، اور جب ایسا شخص آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ اس کو سزا دیتے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷/ ۳۳۴)

(۱۰) مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ:

﴿عن ابراهيم بن محمد عن شريک بن ابی نمر قال: جاء رجل الی علی، فقال: انی طلقت امراتی عدد العرفج قال: تاخذ من العرفج ثلاثا وتدع سائره﴾

(مصنف عبدالرزاق: ۷/ ۳۹۴)

یعنی شریک بن ابی نمر فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو عرفج (درخت) کی مقدار میں طلاق دی ہے۔ آپ نے فرمایا: عرفج میں سے تین لے لے اور باقی سب چھوڑ دے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا قول منقول ہے۔

البتہ "تقریب التہذیب" میں ہے کہ:

﴿شريک بن ابی نمر صدوق يخطئ﴾

لیکن بیہقی میں ایک روایت دو طریق سے مروی ہے جو مندرجہ بالا روایت کے لئے شاہد ہے۔ اس روایت کے یہ الفاظ ہیں:

﴿عن علی رضی اللہ عنہ فیمن طلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا، قال: لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ﴾

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/ ۳۳۴)

(۱۱) عطار بن یسار سے مروی ہے کہ:

﴿جاء رجل یسال عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عن رجل طلق امراتہ ثلاثا قبل ان یمسھا، قال عطاء: فقلت: انما طلاق البکر واحدۃ، فقال لی عبد اللہ بن عمرو: انما انت قاص، الواحدۃ تبینھا والثلاث تحرمھا حتی تنکح زوجا غیرہ﴾

یعنی ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔ حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: باکرہ کی طلاق ایک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم تو قصہ گوئی کرنے والے ہو۔ اصل یہ ہے کہ وہ باکرہ ایک طلاق سے بائن ہوجائے گی، اور تین طلاقوں سے حرام ہوجائے گی حتیٰ کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرلے۔

(مؤطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب طلاق البکر)

(۱۲) حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ:

﴿جاء رجل الی ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقال: انی طلقت امراتی تسعۃ وتسعین وانی سالت فقیل لی: قد بانت منی، فقال ابن مسعود: لقد احبوا ان یفرقوا بینک وبینھا قال: فما تقول رحمک اللہ؟ فظن انہ

سير حص له- فقال: ثلاث تبينها منك وسائرها عدوان﴾

ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دیدی ہیں، میں نے لوگوں سے مسئلہ پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مجھ سے بائن ہوگئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ تمہارے اور تمہاری بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے پر خوش ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ رحمت فرمائے۔ اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ آپ اس کے لئے گنجائش نکالیں گے۔ آپ نے فرمایا: وہ تین طلاق سے تم سے جدا ہوگئی اور باقی طلاقیں ظلم اور زیادتی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۱۱۳۴۳)

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

﴿من طلق امرأته ثلاثا طلقت وعصى ربه﴾

یعنی جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس کی بیوی پر تینوں طلاقیں پڑگئیں، اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ (مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۱۱۳۴۴)

(۱۴) حضرت معاویہ بن ابی عیاش الانصاری فرماتے ہیں کہ:

﴿انه كان جالسامع عبد الله بن الزبير وعاصم بن عمر قال: فجاءهما محمد بن اياس بن البكير فقال: ان رجلا من اهل البادية طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها، فماذا تريان؟ فقال عبد الله بن الزبير: ان هذا الامر ما بلغ لنافيه قول فاذهب الى عبد الله بن عباس وابي هريرة، فاني تركتهما عند عائشة فاسألهما ثم ائتنا فاخبرنا، فذهب فسألهما، فقال ابن عباس لابي هريرة، افته يا ابا هريرة فقد جاء تك معضلة فقال ابوهريرة: الواحدة تبينها والثلاث

تحرمها حتى تنكح زوجا غيره، وقال ابن عباس مثل ذلك﴾

فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں محمد بن ایاس ان کے پاس آئے اور کہا کہ ایک دیہاتی نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دیدی ہیں۔ آپ حضرات کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بارے میں ہمارے پاس کوئی بات نہیں پہنچی ہے، آپ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ پوچھ لیں، میں نے ان دونوں کو ابھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر چھوڑ کر آیا ہوں، اور ان سے پوچھ کر پھر ہمیں بھی بتادو۔ چنانچہ محمد بن ایاس گئے اور ان دونوں سے یہی سوال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ فتویٰ دیجئے کیونکہ آپ کے پاس یہ ایک پیچیدہ مسئلہ آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق سے وہ بائنہ ہوگئی اور تین طلاقوں سے وہ قطعی حرام ہوگئی حتی کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی جواب دیا۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب طلاق البکر)

یہ حدیث ہمیں واضح طور پر یہ بتارہی ہے کہ پانچ صحابہ کرام یعنی عبداللہ بن زبیر، حضرت عاصم بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، یہ سب ایک کلمہ سے دی گئی تین طلاقوں کے وقوع پر متفق ہیں۔ حضرت ابوہریرۃ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب تو ظاہر ہے اور جہاں تک حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے تو ان دونوں حضرات نے غیر مدخول بہا کے حق میں تین طلاقیں دینے کے مسئلے کو بہت دشوار خیال کیا۔ اگر ان کے نزدیک مدخول بہا کی طلاق کے سلسلے میں "تین" کا عدد لغو ہوتا تو یہ حضرات اس مسئلے کو مشکل تصور نہ کرتے، بلکہ غیر مدخول

بہا کو ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقوں کے عدم وقوع کا بطریق اولیٰ فتویٰ دیدیتے، ان حضرات نے اس مسئلے کو اس لئے دشوار خیال کیا کہ یہ غیر مدخول بہا کا مسئلہ تھا۔ جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے تو اس واقعہ کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ جس مجلس میں حضرت ابوہریرۃ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فتویٰ دیا، وہ خود اس مجلس میں موجود تھیں (اگر یہ مسئلہ ان کی رائے کے خلاف ہوتا تو وہ خاموش نہ رہتیں)

بہرحال، فقہاء صحابہ کی ایک جماعت جیسے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوہریرۃ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع ہے اگرچہ وہ طلاقیں ایک مجلس میں دی گئی ہوں۔ ان حضرات کا اتفاق دلیل اور حجت ہونے کے لئے کافی ہے۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

جہاں تک اس باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق ہے تو جمہور فقہاء نے ان کے مختلف جوابات دیے ہیں۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (جلد۹ صفحہ۳۱۶ تا۳۱۹) میں ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ البتہ میرے نزدیک ان میں سے دو جواب عمدہ اور پسندیدہ ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ایک خاص صورت سے متعلق ہے، وہ یہ کہ طلاق دینے والا بنیت تجدید و تأسیس طلاق کے الفاظ مکرر ادا کرے۔ مثلاً اپنی بیوی سے کہے: تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔ ابتداء میں مسلمان راست باز اور صاف دل ہوتے تھے، لہذا ان کا یہ دعویٰ قبول کرلیا جاتا تھا کہ (تین دفعہ کے) الفاظ سے اس کی نیت صرف تاکید کی تھی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے دور میں جب لوگوں کی کثرت ہوگئی اور لوگوں میں دھوکہ، فریب اور اس جیسی دوسری بری خصلتیں عام ہوگئیں جو دعوئ تاکید کے قبول کرنے سے مانع ہوتی ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکرر الفاظ کو ان کے ظاہری معنی پر محمول فرماتے ہوئے قضاءً اسے نافذ فرمادیا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی جواب کو پسند فرمایا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد ان الناس استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ یعنی لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی جس میں ان کے لئے مہلت تھی" کی بنیاد پر اس کو قوی قرار دیا۔ اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جواب تمام جوابوں میں صحیح ترین جواب ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو لفظ "ثلاثا" آیا ہے، اس سے مراد درحقیقت "طلاق البتۃ" ہے، جیسا کہ حدیث "رکانہ" میں اس کی تصریح ہے جو آگے آرہی ہے، اور یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث قوی ہے۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں ان آثار صحابہ کو بھی لائے ہیں جن میں "البتۃ" کا ذکر ہے۔ اور اسی باب میں وہ احادیث بھی لائے ہیں جن میں طلاق ثلاثہ کی تصریح موجود ہے، اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ کا مقصد اس طرف اشارہ کرنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک "طلاق البتۃ" اور "طلاق ثلاثہ" میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ کہ "طلاق البتۃ" جب مطلق بولا جائے گا تو اس کو تین طلاقوں پر محمول کیا جائے گا۔ لیکن اگر طلاق دینے والا اس لفظ سے ایک طلاق کی نیت کرلے تو اس صورت میں اسی کا قول معتبر ہوگا۔ تو گویا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں اصل لفظ "البتۃ" تھا لیکن چونکہ لفظ "البتۃ" کا طلاق ثلاثہ کے ہم معنی ہونا معروف اور مشہور تھا، اس لئے حدیث کے بعض راویوں نے اصل لفظ "البتۃ" کے بجائے طلاق ثلاثہ کا ذکر کردیا اور مراد لفظ "البتۃ" لیا۔ زمانہ نبوی میں جب کوئی شخص لفظ "البتۃ" بول کر ایک طلاق مراد لیتا

تو اس کا قول مان لیا جاتا تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ظاہری الفاظ کا اعتبار کرتے ہوئے ان الفاظ سے دی ہوئی طلاق پر تین طلاقوں کا حکم نافذ کر دیا۔ (کذا فی فتح الباری)

احقر کے نزدیک اس توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تمام صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے صحیح ہونے پر اتفاق کر لیا اور کسی ایک صحابی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ اگر آپ کا یہ فیصلہ خود ساختہ ایک نیا فیصلہ ہوتا۔ العیاذ باللہ۔ یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف ہوتا تو ایک صحابی بھی اس فیصلے پر راضی نہ ہوتا، چہ جائیکہ صحابہ کرام کی پوری جماعت نے اس فیصلے سے اتفاق کر لیا، حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں اور حدیث "رکانہ" کے بھی راوی ہیں، ان کا فتویٰ بھی تین طلاقوں کے واقع ہونے کا ہے۔ (جیسا کہ اوپر تفصیل سے گزرا)۔ نیز سنن ابی داؤد میں حضرت مجاہدؒ سے ایک حدیث مروی ہے، اس حدیث کی سند کو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں صحیح قرار دیا ہے، وہ یہ کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، آپ سن کر خاموش رہے، حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کو رجوع کرنے کا فتویٰ دیں گے، لیکن آپ نے فرمایا:

﴿ینطلق احدکم فیرکب الاحموقة، ثم یقول: یا ابن عباس، یا ابن عباس، ان اللّٰہ قد قال: ومن یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا وانک لم تتق اللّٰہ فلا اجدلک مخرجا، عصیت ربک وبانت منک امراتک﴾

یعنی تم میں سے ایک آدمی حماقت پر سوار ہو کر چل پڑتا ہے، (اور اپنی بیوی کو

تین طلاقیں دینے کے بعد) پھر چلاتا ہے اے ابن عباس! اے ابن عباس! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کی راہ پیدا فرمادیں گے، اور تو چونکہ (طلاق کے معاملے میں) اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا، اس لئے میں تیرے لئے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا، تو اپنے رب کا نافرمان ٹھہرا اور تیری بیوی بھی تجھ سے جدا ہوگئی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بدگمانی جائز نہیں کہ ان کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فیصلہ موجود تھا، پھر بھی انہوں نے اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا ہے تو یقیناً ان کے سامنے واضح دلیل ہوگی۔ راوی حدیث اپنی روایت کے متعلق دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔

جہاں تک حدیث ''رکانہ'' کا تعلق ہے جس سے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے، یہ حدیث مسند احمد اور مسند ابویعلیٰ میں مذکور ہے اور ابویعلیٰ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: طلق رکانۃ بن عبدیزید امراتہ ثلاثا فی مجلس واحد. فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم. انما تلک واحدۃ فارتجعھا ان شئت، فارتجعھا﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رکانہ بن عبدیزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک طلاق ہے، تم اگر چاہو تو رجوع کرلو، پس انہوں نے رجوع کرلیا۔

(مسند احمد)

اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق رکانہ کے واقعے میں جو روایات مروی ہیں ان میں اضطراب پایا جارہا ہے، چنانچہ مسند احمد کی روایت جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس میں یہ صراحت ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو

تین طلاقیں دی تھیں، اور دوسری روایت سنن ابی داؤد میں انہیں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے لفظ "البتۃ" سے طلاق دی تھی۔ اسی اضطراب کی بنیاد پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ اور علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "تمہید" میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تلخیص الحبیر للحافظ جلد ۳ صفحہ ۲۱۳ حدیث نمبر ۱۶۰۳)

اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جو روایت ہے اس کو امام جصاص اور علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہما نے اسی سبب سے منکر قرار دیا ہے کہ یہ روایت ان ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے جنہوں نے لفظ "البتۃ" کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تلخیص الحبیر" میں اس کو معلول قرار دیا ہے۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد میں اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے لفظ "البتۃ" کے ساتھ طلاق دی تھی، اس لئے کہ انہوں نے اس روایت کی تخریج حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کی سند سے کی ہے، اور کسی شخص کے اہل بیت اس کے قصہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (جلد ۹ صفحہ ۳۱۶) میں فرماتے ہیں کہ بعض راویوں نے لفظ "البتۃ" کو طلاق ثلاثہ پر محمول کرکے "طلقھا ثلاثا" کہہ دیا ہے۔ اس نکتہ کی رو سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال موقوف ہوجاتا ہے۔

احقر کی رائے میں پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو "انت طالق البتۃ" کے لفظ سے طلاق دی، اور صرف ایک طلاق کی نیت کی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی اس نیت کی تصدیق فرمائی اور ان کو دوبارہ ان خاتون سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی۔ اور حدیث کے

الفاظ فارتجعها ان شئت سے بھی یہی مراد ہے۔ لیکن بعض راویوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ لفظ "البتۃ" سے مراد تین طلاقیں ہیں، حدیث کی روایت "طلقها ثلاثا" کے الفاظ سے کردی۔

بالفرض اگر تسلیم کرلیا جائے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا یعنی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے تو تین طلاقیں الگ الگ الفاظ سے دی تھیں لیکن بعض راویوں نے اس کو لفظ "البتۃ" سے روایت کردیا، تب بھی دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک طلاق اس وقت تسلیم کیا جب حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اس بات پر قسم کھالی کہ انہوں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی کی روایت میں ہے کہ:

﴿فاخبر بذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال: و اللہ ما اردت الا واحدۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما اردت الا واحدۃ، فقال رکانہ: و اللہ ما اردت الا واحدۃ فردھا الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴾

یعنی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: واللہ! تم نے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے؟ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! میں نے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی ان کو لوٹادی۔ اس روایت میں دیکھئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ان کو دوبار قسم دی کہ ان کی نیت صرف ایک طلاق کی تھی۔ اور یہ بات ہم پیچھے بیان کرچکے ہیں کہ عہد رسالت میں اگر کوئی شخص تین مرتبہ طلاق کے الفاظ ادا کرنے کے بعد یہ کہتا کہ

تکرار سے میری نیت تاکید کی تھی تو اس کی نیت قضاءً مسموع ہوتی تھی، اس لئے کہ وہ زمانہ جھوٹ اور دھوکے سے پاک زمانہ تھا، اگر تین طلاقوں کو علی الاطلاق ایک شمار کیا جاتا جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے پیروکاروں کا خیال ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کو ایک طلاق کے ارادہ کرنے پر قسم نہ دیتے۔ اس لئے کہ پھر تو تین طلاق کے الفاظ بول کہ ایک طلاق کی نیت کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ (بلکہ نیت کے بغیر بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی) اور نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو قسم دینے کا کوئی فائدہ تھا، اس لئے کہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے نزدیک اس میں نیت کی بھی شرط نہیں ہے بلکہ تین طلاق کے الفاظ بول کر تین کی نیت کرے تب بھی ان کے نزدیک ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

زیادہ سے زیادہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نیت تاکید میں قضاءً تصدیق فرمائی، یہ بات ہمیں بھی تسلیم ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بنیت تاسیس بھی تین طلاقیں دے تب بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اس کی اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا حدیث رکانہ سے استدلال درست نہیں۔

پھر امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کے لازم ہونے کے بارے میں جمہور فقہاء کی دلیل نظری اعتبار سے بھی بالکل ظاہر ہے، وہ یہ کہ مطلقہ ثلاثہ طلاق دہندہ کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے، چاہے وہ تین طلاقیں متفرق طور پر دی گئی ہوں یا اکٹھی دی گئی ہوں۔ لغۃً اور شرعاً اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، اور ان دونوں صورتوں میں جس فرق کا تصور کیا جاتا ہے وہ فرق صرف ظاہری ہے، جس کو شریعت نے نکاح، عتق اور اقرار کے باب میں بالاتفاق لغو قرار دیا ہے۔ چنانچہ اگر ولی نکاح بیک کلمہ کسی سے یہ کہے کہ "میں نے ان تین لڑکیوں کا نکاح تجھ سے

کردیا" تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، جیسا کہ اس صورت میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے جب ولی نکاح کسی شخص سے الگ الگ الفاظ میں یہ کہے کہ "میں نے اس لڑکی کا اور اس لڑکی کا اور اس لڑکی کا نکاح تجھ سے کردیا" اور عتق اور اقرار وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

جو حضرات اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرتے ہیں، ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھائے کہ "احلف باللّٰہ ثلاثا" (یعنی میں تین بار اللہ کی قسم کھاتا ہوں) تو یہ ایک ہی قسم شمار ہوگی، تین نہیں ہوں گی، تو پھر طلاق دینے والے کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ طلاق کو قسم پر قیاس کرنا درست نہیں اس لئے کہ دونوں میں فرق ہے، وہ فرق یہ ہے کہ طلاق دینے والا انشاء طلاق کرتا ہے اور شریعت نے طلاق کی آخری حد تین قرار دی ہے، لہٰذا جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ "انت طالق ثلاثا" تو گویا اس نے یہ کہا "انت طالق جمیع الطلاق" یعنی تجھے تمام طلاقیں دیتا ہوں۔ لیکن جہاں تک قسم کھانے والے کا تعلق ہے تو اس قسم کی کوئی آخری حد مقرر نہیں ہے۔ اس لئے طلاق اور قسم میں فرق ہے۔

(کذا فی فتح الباری)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بعینہٖ "متعہ" کے مسئلے کی نظیر ہے، چنانچہ متعہ کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں "متعہ" کیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے منع کردیا تو ہم اس سے باز آگئے۔ اور دونوں مسئلوں میں راجح قول یہ ہے کہ "متعہ" حرام ہے اور طلاق ثلاثہ واقع ہوتی ہیں، اس لئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان دونوں مسئلوں پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی

ایک نے بھی ان دونوں مسئلوں میں اس اجماع کی مخالفت کی ہو۔ اور صحابہ کرام کے اجماع سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک کوئی ناسخ تھا، اگرچہ بعض حضرات صحابہ پر یہ ناسخ پہلے مخفی تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ کرام کے اجماع سے ناسخ سب پر واضح ہوگیا۔ لہٰذا اس اجماع کے منعقد ہوجانے کے بعد جو شخص اس کی مخالفت کرے گا، وہ اس اجماع کو توڑنے والا ہوگا۔ اور کسی مسئلے میں اتفاق کے ہوچکنے کے بعد کوئی شخص اس میں اختلاف کرے تو جمہور کے نزدیک اس کا اختلاف کرنا معتبر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔